فیصلۂ ورتمان کے بعد مسلمانوں کا اہم فرض

از
سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ـــــ ھُوَ النَّاصِرُ

فیصلۂ ورتمان کے بعد مسلمانوں کا اہم فرض

(تحریر فرمودہ مؤرخہ ۱۰۔ اگست ۱۹۲۷ء)

ورتمان کے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا اور سیر دوزخ کا مضمون لکھنے والا اور اس کا چھاپنے والا دونوں ایک سال اور چھ ماہ کے لئے دنیا کی دوزخ میں ڈال دیئے گئے۔ لوگ خوش ہیں۔ بعض لوگ مجھے مبارک باد کے تار دے رہے ہیں اور بہت سے خطوط کے ذریعہ سے اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ مگر میرا دل غمگین ہے۔ میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا اپنے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال کے جیل خانہ کو نہیں قرار دیتا۔ میں ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا قتل ہے۔ ایک آدمی کی جان کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا میں ایک قوم کی تباہی کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔ میں ایک دنیا کی موت کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا بلکہ میں اگلے اور پچھلے سب کفار کے قتل کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔ کیونکہ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے۔ کیونکہ کیا یہ سچ نہیں کہ میرا آقا دنیا کو جلا دینے کے لئے آیا تھا نہ کہ مارنے کے لئے۔ وہ لوگوں کو زندگی بخشنے آیا تھا نہ کہ ان کی جان نکالنے کے لئے۔ اور وہ زمین کو آباد کرنے کے لئے آیا تھا نہ کہ ویران کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے اس کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ۔[1] اے مؤمنو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جبکہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے تمہیں بلاتے ہیں۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا کے احیاء میں ہے نہ کہ موت میں۔ پس

میں اپنے نفس سے شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص جو ایک قسم کی موت کا شکار ہوئے ہیں۔ اور بد بختی کی مُہر انہوں نے اپنے ماتھوں پر لگالی ہے اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے۔ کیوں اس کے زندگی بخش جام کو پی کر ابدی زندگی نہ پاتے اور اس صداقت کا ان تک نہ پہنچنا مسلمانوں کا قصور نہیں تو اور کس کا ہے؟ پس میں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا اور میرے لئے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک کہ تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بُغض نکل کر اس کی جگہ آپ کی محبت قائم نہ ہو جائے۔ لوگوں کے مونہوں پر مُہر لگانے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو صرف ہمارے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ محمد رسول اللہ کی عزت تو اس میں ہے کہ دل اس کی محبت کے جذبات سے پر ہوں اور آنکھیں اس کے فراق میں نمناک اور زبانیں اس کی تعریف میں گویا۔

اگر سیر دوزخ کا مضمون لکھنے والا اور اس کے چھاپنے والا دونوں قید ہو گئے ہیں تو اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ ہمارے جذبات کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کا بدلہ لے لیا گیا ہے۔ لیکن اے مسلمان کہلانے والے! اس بات کو مت بھول کہ جو کچھ ان دونوں نے لکھا اور شائع کیا ہے وہ کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں ہے اور جب تک اس کو مٹایا نہ جائے اس وقت تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فِدَاہُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ کی عزت قائم نہیں ہو سکتی۔ پس تو خوش نہ ہو کہ اگر تو سچا مؤمن ہے تو تیری خوشی اپنے انتقام میں نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقام میں ہے۔ اور وہ انتقام یہ ہے کہ تو اس وقت تک سانس نہ لے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر باقی ہے۔ تو اس پر خوش نہ ہو کہ تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت میں دنیا کو مار دیا بلکہ اس پر خوش ہو کہ تو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دنیا کو زندہ کر دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بخش آواز کو بعید ترین حصص دنیا میں پہنچا دیا۔ آہ! ہم کس بات پر خوش ہیں؟ کیا اس بات پر کہ انگریزی حکومت نے جو مذہباً عیسائی ہے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اور بیسیوں آدمی مقرر کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کی اور اس بات کا ہمیں خیال بھی نہیں آتا کہ اس عزت کی حفاظت کے لئے ہم نے کچھ بھی نہیں کیا اور نہ کچھ کرنے کی فکر ہے۔ ہمیں دوسروں کے کئے پر کیا خوشی ہو سکتی ہے؟ اور ان کی غفلت پر

شکوہ کا کیا حق پہنچتا ہے؟ جبکہ ہم خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت سے غافل ہیں۔ مسیحی ایک انسان کو خدا منوانے کے لئے ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں اور جانوں کو خطرہ میں ڈال کر اور کروڑوں روپیہ سالانہ خرچ کر کے اپنے مذہب کی تلقین کرتے پھرتے ہیں۔ ہندو جو اب تک اپنے مذہب کی تعریف بھی نہیں کر سکے اور جن کے فرقوں کا باہمی اختلاف اس سے بھی بڑھا ہوا ہے جتنا کہ ان کے بعض فرقوں اور اسلام یا مسیحیت میں ہے۔ لاکھوں روپے خرچ کر کے ہر صوبہ میں پرچار کر رہے ہیں اور شدھی کی رَو چل رہی ہے۔ لیکن اے مسلمان کہلانے والو! جن کے نبی کی زبان پر خدا تعالیٰ نے خود یہ الفاظ جاری کئے کہ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔[۵] اے تمام بنی نوع انسان! میں اللہ کی جانب سے تم سب کی طرف پیغام ہدایت دے کر بھیجا گیا ہوں۔ اور جن کی اپنی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔[۶] تم سب سے بہتر امت ہو کہ جن کو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم نیکی کو دنیا میں پھیلاتے ہو اور بدی سے لوگوں کو باز رکھتے ہو۔ تم بتاؤ کہ تم نے نورِ اسلام اور پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کے لئے کیا کیا؟ اگر آپ لوگ اپنے فرض کو ادا کرتے تو آج دنیا میں رسول کریم اور اسلام پر حملہ کرنے والا کوئی نظر نہ آتا۔ دنیا پر اسلام کی حکومت ہوتی اور تمام دل نگینِ محمد سے منقّش ہوتے۔ بجائے گالیوں کے اس مقدس ہستی پر درود بھیجا جاتا۔ اگر آپ لوگوں کو اشاعت اسلام اور شریعت کے قیام کے لئے قربانی کرنے کی جرأت نہیں تو پھر دوسروں کی حرکات کا گلہ کیا۔ اور گورنمنٹ کی مدد سے رسول کریم کی عزت کی حفاظت پر فخر کیسا۔

کیا آپ لوگوں میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ پہلے اسے زہر دیا جائے اور پھر علاج کر کے اسے بچا لیا جائے۔ وہ ڈوب جائے اور پھر لوگ اسے نکال لیں۔ یا اس کا مال چور لے جائیں اور پھر پولیس اس مال کو برآمد کر دے۔ اگر آپ اسے پسند نہیں کرتے بلکہ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا ہی نہ جائے اور آپ سلامتی سے سمندر کے کنارے پر کھڑے رہیں۔ یا تختۂ جہاز پر امن سے بیٹھے ہوئے ہوں۔ اور آپ کا مال گھروں میں محفوظ رہے اور کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔ تو بخدا یہ بتائیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ اس امر پر کیوں خوش ہوتے ہیں کہ پہلے لوگ انہیں گالیاں دیں اور پھر جیل خانوں میں چلے جائیں۔ کیوں یہ کوشش نہیں کرتے کہ لوگ انہیں گالیاں ہی نہ دیں۔ اور یہ کام بغیر اشاعت اسلام اور اصلاح نفس کے ہو ہی نہیں سکتا۔ پس اٹھو اور

اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو اسلام کی اشاعت کے لئے اور اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کے لئے خرچ کرو۔ پھر دیکھو کہ کس طرح دنیا پر امن قائم ہو جاتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دنیا کے چاروں کونوں میں درخشاں نظر آتا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ اپنی پچھلی سستی کا کفارہ کرو اور اپنی غفلتوں کو ترک کردو۔ اور قومی ہمدردی کا نقش اپنے دل میں جماؤ اور ہر اک مسلمان کہلانے والے کی تکلیف کو اپنی تکلیف قرار دو۔ اور چھوت چھات جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت تباہ ہو رہی ہے اسے ہندوؤں کے مقابلہ پر اسوقت تک اختیار کرو جب تک کہ وہ اس کو مسلمانوں کے متعلق نہ چھوڑیں۔ اور اپنے اخلاق کی درستی کرو اور درندگی اور وحشت کو چھوڑ کر استقلال اور حکمت سے کام کرنے کی عادت ڈالو۔ اور نفس پرستی کے خیالات کو دلوں سے نکال دو۔ اور پھر اس دروازہ کی طرف دوڑو جس کے سوا تمہارے لئے کہیں پناہ نہیں۔ اور اس بارگاہ میں حاضر ہو جس کے سوا تمہارا کوئی چارہ کار نہیں اور ایک پختہ عہد اور نہ ٹوٹنے والا اقرار کرو کہ آئندہ اپنے مال اور اپنی جان اور اپنی ہر اک چیز کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اشاعت اسلام کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار رہو گے۔ اور اپنی خواہشات اور اپنی اُمنگوں اور اپنے اہل وعیال کے آرام اور اپنے حاضر و مستقبل کے فوائد کو خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا کردو گے اور سادہ اور پاک زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو گے۔ کیونکہ وہ شخص جو میدان جنگ کی طرف جانے سے پہلے اپنے آپ کو تیار نہیں کرتا میدان جنگ میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ پس سادہ زندگی اور اسراف سے پرہیز اور خدمت دین کی عادت ڈال کر اس جہاد عظیم کے لئے اپنے آپ کو تیار کرو جو اسلام کو پیش آنے والا ہے۔ اور یاد رکھو کہ جب تک وقت سے پہلے اس کے لئے تیاری نہیں کرو گے تو خواہ کیسے ہی مخلصانہ ارادے ہوں اور نیک نیتیں ہوں وقت پر کچھ نہ بن سکے گا اور اپنی ذمہ داری کو ادا نہ کر سکو گے۔

پس اے بھائیو! ورتمان کے ایڈیٹر اور مضمون نگار کی قید پر خوش نہ ہو بلکہ سمجھو کہ ان کی قید ہمارے لئے ایک تازیانہ ہے اور ہمیں بتاتی ہے کہ ہم خود تو تبلیغ اسلام کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت نہ کر سکے لیکن ایک غیر مذہب کی گورنمنٹ نے اپنے قانون کے ذریعہ سے آپ کی عزت کی حفاظت کی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ گورنمنٹ سے اس بارہ میں مدد نہیں لینی چاہئے کیونکہ باوجود پرہیز کے اگر مرض پیدا ہو تو علاج کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن میرا یہ مطلب ہے کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ کے

قانون پر ہی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ کہ وہ جُرم کو نہیں روک سکتا بلکہ صرف مجرم کو سزا دیتا ہے۔ اور خود تبلیغ اسلام اور شریعت کے قیام کے کام پر اس طرح زور دینا چاہئے کہ دل محبت رسول سے بھر جائیں اور کوئی شخص آپ کو بُرا سمجھنے والا باقی ہی نہ رہے۔

مذکورہ بالا اہم فرض کی طرف توجہ دلانے کے بعد میں عزت رسول کے تحفظ کے بارہ میں ایک اور امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ گو جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں عزت رسول کریم کا تحفظ خود ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہماری کوششوں پر منحصر ہے۔ لیکن پھر بھی چونکہ بعض لوگ نصیحت کو نہیں مانتے اور جُرم کے ارتکاب پر دلیر ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو روکنے کے لئے قانون کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ہمیں مقدمۂ ورتمان کے فیصلہ پر بے فکر نہیں ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ گو اس فیصلہ نے یہ تو ثابت کر دیا ہے کہ دفعہ ۱۵۳۔ الف میں ان لوگوں کی سزا کے لئے بھی قانون مہیا کر دیا گیا ہے کہ جو مقدس ہستیوں کو گالیاں دے کر ان کے پیروؤں کا دل دُکھاتے ہیں۔ لیکن اس قانون میں ابھی بہت سی خامیاں ہیں کہ جب تک وہ دُور نہ ہوں گی ملک میں امن قائم نہ ہو سکے گا۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہمت کی کمر کس کر کھڑے ہو جائیں۔ اور اس وقت تک آرام نہ کریں جب تک کہ وہ خامیاں دور ہو جائیں۔ اور ایک مکمل قانون بن جائے جس کے ڈر سے وہ شریر الطبع لوگ جو دلیل اور بُرہان کی قدر نہیں کرتے اپنے خُبث باطن کے اظہار سے رُکے رہیں۔ اور ان آسمانِ روحانیت کے ماہتابوں پر خاک ڈالنے کی کوشش نہ کریں جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے پاک کیا اور جن کے کندھوں پر اپنے تقدّس کی چادر اس نے ڈال دی۔ ہمارا فرض ہے کہ ایک آواز ہو کر گورنمنٹ کو توجہ دلائیں کہ وہ قانون کو ایسا مکمل کر دے کہ آئندہ اس کی کمزوری کی وجہ سے ملک میں فتنہ پڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ گورنمنٹ خود اس کام کو کرنا نہیں چاہتی۔ (گورنمنٹ نے جس ہمدردی سے ورتمان اور راجپال کے مقدموں میں کام کیا ہے وہ بتاتا ہے کہ وہ پورے طور پر ہمارے جذبات سے ہمدردی رکھتی ہے اور اس کی ان خدمات کا شکریہ نہ ادا کرنا اول درجہ کی اخلاقی کمزوری اور کمینگی ہو گی۔ اور میں اس اشتہار کے ذریعہ سے بھی اپنی اور اپنی جماعت کی طرف سے گورنمنٹ پنجاب اور صوبۂ سرحدی کا اور خصوصاً سرہیلی کا اس ہمدردی پر شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس موقع پر انہوں نے مسلمانوں سے ظاہر کی اور یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ ان کی حکمت عملی نے ملک کو خطرناک فسادات میں پڑنے سے بچانے میں بہت بڑی مدد دی ہے)۔ میرا یہ مطلب ہے کہ چونکہ یہ قانون مختلف مذاہب کے لوگوں سے تعلق رکھتا

ہے اس لئے ضروری ہے کہ گورنمنٹ کو مسلمان اپنے منشاء سے اطلاع دیں تاکہ اسے اپنی ذمہ داری کے ادا کرنے میں آسانی ہو اور وہ اہل ملک کی خواہش کے مطابق قانون بنا سکے۔

شاید بعض لوگوں کو خیال گزرے کہ اس سے پہلے قانون کی ترمیم کے متعلق جو مطالبہ کیا جا رہا تھا میں اس میں کیوں شریک نہیں ہوا اور کیوں ورتمان کے مقدمہ کے پہلے قانون کے مطابق چلانے پر میں زور دیتا رہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے نزدیک اس مقدمہ کا پہلے قانون کے مطابق ہونا ضروری تھا۔ اور اس وقت قانون کی تبدیلی کا مطالبہ کرنا قومی مصلحت کے خلاف تھا کیونکہ اس میں کیا شک ہے کہ اگر اس مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے ہم قانون کی تبدیلی کا مطالبہ کرتے اور کوئی قانون پاس ہو جاتا تو اس کا یہ نتیجہ ہوتا کہ معزز جج صاحبان ورتمان کے مقدمہ کا فیصلہ اس قانون کے ماتحت کر دیتے اور دفعہ ۱۵۳۔الف کے متعلق بحث کرنے کی ضرورت نہ رہتی اور یہ تسلیم کیا جاتا کہ کنور دلیپ سنگھ صاحب کا فیصلہ بالکل صحیح تھا حالانکہ ہم یہ جانتے تھے کہ وہ فیصلہ غلط ہے۔ اور اس فیصلہ کے قائم رہنے میں مسلمانوں کی سخت ہتک تھی۔ پس اس وقت میں اس مطالبہ کو ناجائز سمجھتا تھا۔ اور میرا یہ خیال تھا اور صحیح خیال تھا کہ موجودہ قانون کی تشریح پہلے ہو جانی چاہئے اور یہ فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ کنور صاحب کا فیصلہ درست نہ تھا۔ اس کے بعد ہمیں قانون کے نقص کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ قانون میں نقص یہ نہیں کہ دفعہ ۱۵۳۔الف راجپال اور ورتمان کے ایڈیٹر کو سزا دینے کے لئے کافی نہیں جیسا کہ کنور صاحب کا خیال تھا‘ بلکہ اس میں اور نقصان ہیں۔ پس اب جب قانون کی تشریح ہو گئی ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قانون بانیٔ مذہب اور مذہب پر حملہ کرنے والوں کو دو علیحدہ جرموں کا مرتکب نہیں قرار دیتا تو اب ضروری ہے کہ قانون کی اصلاح کی جائے۔ اور ان دوسرے نقصوں کو دور کیا جائے جن کی وجہ سے یہ قانون اس غرض کو پورا نہیں کر سکتا جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے۔

ہم اس قانون کے نقص کے دیر سے شاکی ہیں۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ مذہبی فتن کو دور کرنے کے لئے اسے ایک زیادہ مکمل قانون بنانا چاہئے۔ لیکن افسوس کہ لارڈ ایلگن نے جو اس وقت وائسرائے تھے اس تجویز کی طرف مناسب توجہ نہ کی۔ اس کے بعد سب سے اول ۱۹۱۴ء میں مَیں نے سر اڈوائیر کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ کا قانون مذہبی فتن کے دور کرنے کے لئے کافی نہیں اور جب تک اس کو مکمل نہ کیا جائے گا ملک میں امن قائم نہ ہوگا انہوں نے مجھے اس

بارہ میں مشورہ کرنے کے لئے بلایا۔ لیکن جس تاریخ کو ملاقات کا وقت تھا اس سے دو دن پہلے استاذی المکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب امام جماعت احمدیہ فوت ہو گئے اور دوسرے دن مجھے امام جماعت منتخب کیا گیا۔ چونکہ وہ جماعت کے لئے ایک سخت فتنہ کا وقت تھا میں سر اڈوایئر سے مل نہ سکا اور بات یونہی رہ گئی۔

اس کے بعد ۱۹۲۳ء میں میں سر میکلیگن سابق گورنر پنجاب سے ملا اور انہیں اس قانون کے نقصوں کی طرف توجہ دلائی۔ مگر باوجود اس کے کہ میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلائیں۔ انہوں نے یہ معذرت کر دی کہ اس امر کا تعلق گورنمنٹ آف انڈیا سے ہے اس لئے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں نے پچھلے سال ہز ایکسیلنسی گورنر جنرل کو ایک طویل خط میں ہندوستان میں قیام امن کے متعلق تجاویز بتاتے ہوئے اس قانون کی طرف بھی توجہ دلائی لیکن افسوس کہ انہوں نے محض شکریہ تک ہی جواب کو محدود رکھا۔ اور باوجود وعدہ کے کہ وہ ان تجاویز پر غور کریں گے غور نہیں کیا۔ میرے اس خط کا انگریزی ترجمہ چھ ہزار کے قریب شائع کیا گیا ہے۔ اور تمام حکّام اعلیٰ، سیاسی لیڈروں، اخباروں، پارلیمنٹ کے ممبروں اور دوسرے سربرآوردہ لوگوں کو جا چکا ہے۔ اور کلکتہ کے مشہور اخبار "بنگالی" نے جو ایک متعصب اخبار ہے لکھا ہے کہ اس میں پیش کردہ بعض تجاویز پر ہندو مسلم سمجھوتے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ سر مائیکل اڈوایئر اور ٹائمز آف لنڈن کے مسٹر براؤن نے ان تجاویز کو نہایت ضروری تجاویز قرار دیا اور بہت سے ممبران پارلیمنٹ اور دوسرے سربرآوردوں نے ان کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ لیکن افسوس کہ ان حکّام نے جن کے ساتھ ان تجاویز کا تعلق تھا ان کی طرف پوری توجہ نہ کی۔ جس کا نتیجہ وہ ہوا جو نظر آ رہا ہے۔ ملک کا امن برباد ہو گیا اور فتنہ وہ فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔

یہ بتا چکنے کے بعد کہ بزرگان دین کی عزت کی حفاظت کے متعلق میں شروع سے ہی کوشش کرتا چلا آیا ہوں۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ موجودہ قانون میں کیا کیا نقص ہیں۔

(ا) موجودہ قانون صرف اس شخص کو مجرم قرار دیتا ہے جو بہ نیت فتنہ کوئی مضمون لکھے براہ راست انبیاء کی ہتک کو جُرم نہیں قرار دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا کہ راجپال کے مقدمہ کی طرح ہمیشہ ہی عدالتوں میں یہ بحث رہے گی کہ کسی شخص نے فساد ڈلوانے کی نیت سے کتاب لکھی تھی یا نہیں۔ یا اس سے فساد کا احتمال ہو سکتا تھا یا نہیں۔ یا دو قوموں میں فساد پڑ سکتا تھا یا نہیں۔ اور اگر کوئی جج اس رائے کا ہو جائے کہ فساد ڈلوانے کی نیت نہ تھی۔ یا یہ خیال کر لے کہ

ان حملوں کی وجہ سے فساد نہیں پڑ سکتا تھا۔ یا یہ کہ دو قوموں میں فساد نہیں پڑ سکتا تھا تو پھر خواہ کیسی ہی گندی کتاب لکھی گئی ہو۔ اس کے لکھنے والے پر کوئی گرفت نہیں ہو سکے گی۔ پس قانون میں ایک ایسی دفعہ زیادہ ہونی چاہئے جس کی رو سے ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی یا کسی مذہب کے بانی کی یا نبی کی ہتک کرے یا اس پر تمسخر اڑائے خواہ فساد کا احتمال ہو یا نہ ہو اسے سزا دی جاسکے۔ کیونکہ اگر فساد کے احتمال پر سزا کی بنیاد رکھی گئی تو قومیں اپنے بانیوں اور بزرگوں کی ہتک کرنے والوں کو سزا دلوانے کے لئے فساد کے آثار پیدا کرنے پر مجبور ہوں گی۔ اور یہ ناقص قانون بجائے امن پیدا کرنے کے فساد پیدا کرنے کا موجب ہوتا رہے گا۔ اور اس کا نتیجہ یہ بھی ہو گا کہ جو قومیں اپنے مذہب کی تعلیم کے مطابق فساد سے احتراز کریں گی ان کے بزرگوں کی ہتک سے روکنے کے لئے کوئی قانون ہی نہ ہو گا اور یہ سخت ظلم کی بات ہو گی۔

(۲) دوسرا نقص اس قانون میں یہ ہے کہ اس قانون کے ماتحت صرف گورنمنٹ ہی مقدمہ چلا سکتی ہے اور اس وجہ سے کسی ایسی کتب یا رسالے جن میں گندے سے گندے حملے بزرگانِ دین پر کئے جاتے ہیں ان پر کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا اور اس کے نتیجہ سے فساد بڑھتا ہے۔ اگر ایسا رسالہ ہندوؤں نے لکھا ہوتا ہے اور گورنمنٹ اس پر مقدمہ نہیں چلاتی تو مسلمانوں کا غصہ بڑھتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے ایسا رسالہ شائع ہوتا ہے اور اس پر نوٹس نہیں لیا جاتا تو ہندوؤں کا غصہ بڑھتا ہے۔ اور اس وجہ سے فساد کے مٹنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پس ضروری ہے کہ اس قانون کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ علاوہ گورنمنٹ کے اس بزرگ کے پیرو بھی جس کی ہتک کی گئی ہو اس ہتک کرنے والے پر نالش کر سکیں اور اسے سزا دلوا سکیں۔ راجپال کے مقدمہ میں گورنمنٹ کے خلاف مسلمانوں کے جوش کی بڑی وجہ یہی تھی کہ پریوی کونسل میں کیوں اپیل نہیں کی جاتی۔ اگر خود مقدمہ چلانے کی اجازت ہوتی تو مسلمان خود اس کام کو کر سکتے تھے اور گورنمنٹ کے خلاف کوئی جوش نہ پیدا ہوتا۔ پس قانون کی یہ اصلاح ضروری ہے کہ بزرگان دین کے پیروؤں کو بھی ان کی ہتک کرنے والوں پر نالش کرنے کی اجازت ہے۔ تاکہ اگر گورنمنٹ کسی پر مقدمہ چلانا مناسب نہ سمجھے تو بجائے ایجی ٹیشن کے لوگ خود مقدمہ چلا کر شریر کو اس کے کردار کی سزا دلا سکیں۔ جب تک یہ اصلاح نہ ہو گی گورنمنٹ پر رعایا کے مختلف حصے خواہ مخواہ ناراض رہیں گے اور اسے کبھی امن حاصل نہیں ہو گا۔ بے شک اس تبدیلیٔ قانون میں بعض نقائص بھی ہیں لیکن ان کا علاج ہو سکتا ہے جیسا کہ میں نے اپنے خط بنام وائسرائے میں ثابت کیا ہے۔

(۳) تیسری اصلاح جس کی اس قانون میں ضرورت ہے یہ ہے کہ جوابی کتاب لکھنے والے پر اس وقت تک مقدمہ نہ چلایا جائے جب تک کہ اصل کتاب والے پر بشرطیکہ اس نے گندہ دہنی سے کام لیا ہو مقدمہ نہ چلایا جائے۔ اس وقت یہ ہو رہا ہے کہ ایک شخص پر گورنمنٹ مقدمہ چلا دیتی ہے حالانکہ اس نے ایک نہایت گندی کتاب کا جواب لکھا ہوتا ہے۔ اس کو چھوڑ دیتی ہے جس نے حملہ میں ابتداء کی ہوتی ہے مگر شرط یہ ہونی چاہئے کہ دوسری کتاب پہلی کتاب کا حقیقی جواب ہو نہ کہ نئی مستقل کتاب۔

(۴) چوتھا نقص اس قانون میں یہ ہے کہ یہ قانون صوبہ دار ہے۔ ایک صوبہ کا اثر دوسرے پر نہیں پڑتا۔ مثلاً ورتمان جسے گورنمنٹ نے ضبط کیا ہے اس کی ضبطی صرف پنجاب سرحد اور یوپی میں ہوئی ہے۔ اگر ہندو اسے بنگال، بمبئی، مدراس، بہار وغیرہ میں شائع کرتے رہیں تو اس میں ان پر کوئی جُرم عائد نہیں ہوتا۔ حالانکہ سارا ہندوستان ایک ہے۔ ایک جگہ کی کتاب کا بد اثر سارے ملک پر پڑتا ہے۔

پس قانون یہ ہونا چاہئے کہ جب ایک گندی کتاب کو ایک صوبہ کی گورنمنٹ ضبط کرے تو سب صوبوں کی حکومتیں قانوناً مجبور ہوں کہ وہ اپنے صوبوں میں بھی اس کتاب کا چھپنا یا شائع ہونا بند کر دیں۔ یا اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ اس قانون پر عملدر آمد گورنمنٹ آف انڈیا کے اختیار میں ہو جو کسی صوبہ کی گورنمنٹ کے توجہ دلانے پر ایک عام حکم جاری کر دے جس کا سب صوبوں پر اثر ہو۔ ورنہ موجودہ قانون کی رو سے اس قسم کی شرانگیز کتابیں یکے بعد دیگرے مختلف صوبوں میں چھپ کر شائع ہو سکتی ہیں۔ اور جب تک کہ سب صوبوں میں ان کا چھپنا بند ہو اس وقت تک ملک میں خون کا دریا بہہ سکتا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی ملک کے قانون کے لحاظ سے راجپال کی کتاب بنگال، بمبئی، مدراس اور برہما میں چھاپ کر شائع کی جا سکتی ہے اور یہ بات قانون کے خطرناک نقص پر دلالت کرتی ہے۔

غرض موجودہ قانون میں یہ نقص ہیں جن کا ازالہ ضروری ہے۔ اور جب تک ان کا ازالہ نہ ہو گا نہ بزرگانِ دین کی عزتوں کی حفاظت ہو سکے گی اور نہ ملک میں امن قائم ہو گا۔ پس چاہئے کہ ہندوستان کے تمام شہروں سے مشترکہ جلسے کر کے مندرجہ بالا نقصوں کی طرف اپنی اپنی گورنمنٹوں کی معرفت ہندوستان کی حکومت کو توجہ دلائی جائے تا ایسا نہ ہو کہ ورتمان کے فیصلہ سے مطمئن ہو کر گورنمنٹ قانون میں اصلاح کا خیال چھوڑ دے۔ یا ایسی اصلاح کرے جو ہماری ضرورتوں کو پورا

کرنے والی نہ ہو۔

میں امید کرتا ہوں کہ تمام مسلمان اول الذکر کام کی طرف تو خود فوری توجہ کریں گے۔ اور دوسری بات کی نسبت اپنی اپنی گورنمنٹوں کی معرفت گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلائیں گے اور اپنے منشاء سے آگاہ کریں گے۔ اور چونکہ یہ کام امن کے قیام کے لئے ہے اور خود گورنمنٹ کو بدنامی سے بچاتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ کو اہل ملک کی خواہش کے مطابق قانون کی تبدیلی سے انکار نہیں ہوگا۔

ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دوسرا کام گو عارضی ہے لیکن پہلا کام ایک مستقل کام ہے اور اس وقت تک پورا نہ ہوگا جب تک کہ تمام مسلمان کہلانے والے لوگوں کی مشترکہ کمیٹیاں ہر قصبہ اور ہر شہر میں قائم نہ ہو جائیں گی۔

پس اے بھائیو! اٹھو اور اس قسم کی کمیٹیاں جلد سے جلد قائم کرو۔ ہمت اور استقلال سے خدا کے دین کی اشاعت اور قوم کی ترقی کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ تب خدا خود آسمان سے تمہاری مدد کے لئے آئے گا اور اس کا نور تمہارے آگے آگے چلے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

امام جماعت احمدیہ قادیان

۱۰۔ اگست ۱۹۲۷ء

۱؎ الانفال: ۲۵ ۲؎ الاعراف: ۱۵۹ ۳؎ اٰل عمران: ۱۱۱